بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

تقریر دلپذیر

ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

ڈاکٹر حشمت اللہ خان

ربوہ

۱۹۶۶ء

بار دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۔۔۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود ۔۔۔

ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

تقریر حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے موقعہ پر ۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء کے پہلے اجلاس میں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے ذکرِ حبیبؑ کے موضوع پر مندرجہ ذیل تقریر فرما[ئی]

احباب کرام! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مَیں بھی احباب کے سامنے چند باتیں بطور ذکرِ حبیبؑ بیان کرنی ہیں وباللہ التوفیق سچ تو یہ ہے کہ مَیں اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ اس بلند مقام وجود کے متعلق ج[و] کی شان جری اللہ فی حُلل الانبیاء ہے کچھ بھی بیان کر سکوں۔ میرا دل تو لفظ ج[...] سے بھی ڈرتا ہے کہ یہ ناچیز کہاں اور وہ ذاتِ مقدس کہاں۔ مَیں تو وہ ہوں جسے نصف [...] سے حضرت محمود کے قدموں کے ساتھ ہی واسطہ چلا آرہا ہے اور کہتا ہوں

پاؤں ترے کہاں مرا ناچیز سر کہاں　　اس وقت میرے دل کی یہ پکار ہے
پہنچا ہیں در پہ یار کے وہ بال و پر کہاں　　دیکھے جمالِ یار جو ایسی نظر کہاں

میں ابھی بارہ سال کا تھا کہ مجھے اپنے دادا حضرت مولا بخشؓ اور والد حضرت رحیم بخ[ش] صاحب کی معیت میں اس بیعت میں حاصل ہوئی جو حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانو[ی] ۱۸۹۹ء میں مسجد پٹیالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے لی تھ[ی]

جب کچھ شعور پیدا ہوا اور عمر قریباً پندرہ سال کی ہوئی تو صرف اپنی خواہش سے حضور کی خدمت میں بیعت کا خط لکھا تاکہ سند اور دعا حاصل ہو چنانچہ چند ہی دنوں میں مجھے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط مل گیا کہ حضور نے بیعت قبول فرمائی اور دعا فرمائی۔

اسی طرح بیعت کی درخواست میرے دو بزرگ ساتھیوں شیخ محمد افضل صاحب اور میاں خدا بخش صاحب نے بھی کی تھی۔ چنانچہ ہم تینوں کے نام نومبایعین کی فہرست میں ۱۷ رجون ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو گئے۔ یہ دونوں بزرگ بھی خدا کے فضل سے بقیدِ حیات ہیں۔

اس بیعت اور اس دعا کا یہ اثر دیکھا کہ میرے اندر شوق نماز اور ذوق دعا پیدا ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ میں نے چھوٹی عمر میں ہی سرمہ چشم آریہ جیسی دقیق کتاب سمجھ کر پڑھی۔ اسی زمانہ میں جبکہ طاعون زوروں پر تھی تو مقدس رسالہ کشتی نوح پڑھنا نصیب ہوا۔ جس نے دل پر خاص اثر پیدا کیا۔ دُنیا کی بے ثباتی نظر آنے لگی جیسا کہ میرے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ انہی ایام کے کہے ہوئے ہیں۔ اس وقت میری تعلیم کچھ نہ تھی ابھی چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں:-

ہم تو بندے ہیں ترے عاجز غریب و بے نوا　　ہم غریبوں پر تری اک مہربانی چاہیئے
اس جہاں فانی سے کچھ بھی ہے نہیں لینا ساتھ　　اک سند تیری رضا کی ہم کو پانی چاہیئے
کچھ نہیں مقصود یاں اس تنگنائے دہر میں　　اک جھلک تیری نگہ کی ہم کو آنی چاہیئے

یہ اشعار پوری ترجمانی اس حالت کی کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی تعلیم توجہ اور دعا سے ایک طفل کے دل کی ہو گئی تھی۔ جب میں ۱۸ سال کا ہوا تو میرے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا ولولہ پیدا ہوا۔ مگر ذرائع کی کمی کی وجہ سے قادیان جانا مشکل تھا ایسے حال میں مَیں نے رو رو کر دعا کرنا شروع کر دی کہ یا الٰہی! مجھے حضور کی زیارت نصیب کر۔ ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی زیارت رؤیا کے ذریعہ پٹیالہ میں ہی کرا دی۔ میں نے دیکھا کہ مَیں اپنی مسجد پٹیالہ کے حجرے میں لیٹا

ہوا ہوں اور دیکھا کہ دروازہ کھلا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر تشریف
لائے ہیں۔ میں فرطِ محبت سے چارپائی سے اُٹھ کر حضور کو چمٹ گیا۔ گویا حضور کے
ہی ہو گیا۔ اس رؤیا کے دیکھنے سے میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے بھر گیا۔ اور ا
کے سمیع و بصیر و غریب نواز ہونے پر یقین آ گیا۔ ابھی اس رؤیا کے دیکھے دو تین
ماہ ہی ہوئے تھے کہ میرے مہربان آقا نے جو میرے دل کی حالت سے واقف تھا مجھے
ایک قافلہ کی معیّت میں قادیان حاضر ہونے کی توفیق عطا فرما دی۔ یہ سفر اگست
۱۹۰۵ء میں ہوا تھا۔

حضور علیہ السلام کی سب سے پہلی زیارت مسجد مبارک میں اس وقت نصیب
ہوئی جبکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور حضور چاند کی مانند چہرہ کے ساتھ اندرون خا
سے مسجد میں نمازِ مغرب کے لئے تشریف لائے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ پہلی زیارت ہ
باعثِ مسرت ہوئی۔ بعد نماز جب حضور شہ نشین پر مجلس فرما ہوئے تو حضور کے قریب ہو
کچھ موقعہ پاؤں دبانے کا بھی مل گیا۔ اور جب حضور نے نومبایعین کی بیعت لی تو حضو
کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا نصیب ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہمارا قیام دس بارہ روز تک مہمان خانہ میں رہا۔ ہم سے پہلے ایک شخص مسمی عبد الحق
نومسلم سابق باشندہ اس بطور مہمان موجود تھا۔ جو سالہا سال پنڈت دیانند کے ساتھ
گیا میں رہنا بیان کرتا تھا۔ اس نے ہمیں پہلے ہی روز بتلایا کہ میں کئی روز سے
یہاں آیا ہوں اور حضرت صاحب سے دو دفعہ بیعت لینے کے لئے کہہ چکا ہوں۔ مگر
حضور یہی فرماتے ہیں کہ ٹھہریں جلدی نہ کریں۔ لیکن اس نے اسی شام (اپنے بیان
کے بموجب) بیعت کر لی جس شام ہم نے بیعت کی تھی۔

اگلی صبح ہم نے حضور کو اندرونِ خانہ سے باہر تشریف لا کر اس جگہ کھڑے دیکھا
جہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ ہم سب

یہاں حضور کے سامنے گلی میں کھڑے تھے۔ اس اثناء میں عبد الحق بھی آ گیا اور اس نے
دور کھڑے ہوئے کہا۔ حضور مبارک ہو۔ کل شام میں نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اس
وقت حضور کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اور حضور نے کسی قدر
حرارت کے لہجہ میں فرمایا۔ کہ محض ہاتھ پر ہاتھ رکھ لینے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں
ہو سکتا۔ جب تک بیعت کنندہ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے اور سچا تقویٰ
اختیار نہ کرے وغیرہ۔ ہم نے اس شخص کو اسی شام کو شکایت کرتے سُن لیا۔ اور یہ
بھی دیکھ لیا کہ وہ اگلی صبح کو بہت کچھ سخت سُست الفاظ مُنہ سے نکالتا ہوا یکہ پر
سوار ہو کر قادیان سے نکل گیا۔ اور ہمارے لئے حضور علیہ السلام کی فراست مومنانہ
کا ثبوت بہم پہنچ گیا۔

ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے نمازیں حضرت صاحب کی معیّت میں حضرت مولوی
عبد الکریم صاحبؓ کی اقتداء میں مسجد مبارک میں ادا کیا کرتے تھے اور حضور کی زیارت
کا بار بار شرف حاصل کرتے۔ اور جب حضور مجلس آرا ہوتے تو حضور کے کلمات
طیبات کے سننے کا موقعہ مل جاتا۔ حضور کی مجلس میں تمام ہموم و غموم دُور ہو کر کیفیت
قلب حاصل ہوتی۔ حضور بالعموم نماز مغرب کے بعد نمازِ عشاء کے وقت تک
مسجد کی اوپر کی چھت کی شہ نشین پر بیٹھا کرتے تھے۔ حضور کے پہلو میں حضرت
مولوی عبد الکریم صاحب بھی بیٹھے نظر آتے۔ جو فدائیت میں مثلِ پروانہ تھے۔
مگر ہمیں بے تکلّف دورت نظر آتے۔ انہی دنوں حضور کو فزع عیسیٰ و من
معہ کا الہام ہوا۔ جو اسی وقت سے یاد چلا آ رہا ہے۔ ہمیں اس وقت کچھ معلوم
نہ تھا کہ یہ الہامی خبر اس قدر جلد پوری ہو جائے گی۔ جبکہ صرف دو ماہ بعد ہی
وہی عبد الکریم وہی اپنے محبوب آقا کے ساتھ شہ نشین پہ بیٹھنے والا عبد الکریم وہی
پروانہ شمع روشن وہی عندلیب بوستانِ احمد جو اپنے محبوب آقا کا محبوب

ابھی تھا داغِ مفارقت دے جائے گا۔ مگر ہمارے لئے نمونہ چھوڑ جائے گا کہ شمعِ ہدایت پر اس طرح جل کر دکھانا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فی الحقیقت حضرت مولوی صاحب کی مفارقت کا سخت صدمہ پہنچا تھا۔ جو کہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ محبت کی دلیل ہے یہی محبت قلبی تھی۔ جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں چار لاکھ سے زائد افراد کو جامۂ فدائیت پہنا دیا تھا۔ میں حضور کی اس قلبی کیفیت کا گواہ ہوں۔ میں ایک روز اوائل عمری میں حضور کی ایک کتاب مسجد میں اکیلا بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ جس کا اثر دل پر اس قدر ہوا کہ یہ عہد کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ میں اس ذاتِ مقدس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا خواہ ساری دُنیا چھوڑ دے۔

حضرت مولوی صاحب کی وفات کے بعد حضور چند دن تک حسب دستور مسجد کی مجلس فرما ہوتے رہے۔ مگر حضور نے یہ فرماتے ہوئے کہ جب میں مسجد میں بیٹھتا ہوں اور مولوی صاحب نظر نہیں آتے تو دل گھٹنے لگتا ہے بیٹھنا بند کر دیا۔

ہم نے ایک نمازِ جمعہ بھی حضور کی معیت میں اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتداء میں مسجد مبارک میں ادا کی تھی۔ حضرت مولوی صاحب کا خطبہ پُر شوکت و جلال تھا۔ آپ کا یہ بیان اس وقت تک یاد ہے کہ خدا کے نبی بڑے شرمیلے ہوتے ہیں جس طرح "نویں ویاہی ووہٹی" (جیسے نئی بیاہی دُلہن) اس وقت حضور علیہ السلام حضرت مولوی صاحب کے عین سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے چہرے سے حیا نمایاں تھی۔ حضرت مولوی صاحب کا یہ بیان انتہائی محبت اور بے تکلفی کا ثبوت اور حضور علیہ السلام کی جبلّتِ حیا کا نقشہ تھا۔ ہم نے حضور علیہ السلام کو کسی کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خاکسار کے نزدیک یہی جبلّتِ حیا حضور کے ہاتھ پر بیعت

کرنے والوں کے اندر ودیعت ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام احباب جماعت غضِّ بصر کے عامل ہو گئے تھے۔ اور یہی غضِّ بصر کی عادت ان کے اندر جبلّتِ حیا پیدا کرنے کا موجب بن گئی تھی۔ یہی حیا لاکھوں میں احیائے ایمان کا موجب ہو گئی تھی جیسی طرح حضورؑ کے فرمودہ کے مطابق آج ہم وفاتِ مسیح میں حیاتِ اسلام کہتے ہیں میں اسی طرح غضِّ بصر و جبلّتِ حیاء میں احیائے ایمان کہتا ہوں۔ اور میں اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جس قدر عادت غضِّ بصر اور حیا نصیب ہوتی اسی قدر نورِ قلب حاصل ہوا۔

آج کے احمدی احباب جو ہزارہا نوروں اور برکتوں کے حامل ہیں یہ اسی تخمِ حیا کا نتیجہ ہے جو ان کے بزرگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں بویا گیا تھا۔ میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اعلیٰ درجہ کی جبلت حیا نہ ہوتی اور اگر غضِّ بصر اور جبلت حیاء والی جماعت اس وقت پیدا نہ ہوتی۔ تو وہ ایمان جو بے حیائی کے طول کی وجہ سے آسمان پر چلا گیا تھا۔ ہرگز زمین پر واپس نہ آتا۔ پس مبارک ہے وہ جماعت جس کے وجود سے عادتِ غضِّ بصر۔ نظام پردہ اور جبلت حیا قائم ہوئی اور یہ کہ دنیا جہاں کے لئے حقیقی اسلام کا نمونہ بنی اور احیائے ایمان کا موجب۔

دوسری بار زیارت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کے موقعہ پر قادیان جانے کی توفیق دی۔ اس موقعہ پر جہاں حضور کا کلامِ مقدس سُننے کا موقعہ ملا۔ وہاں کئی ایک نشانہائے رحمت بھی دیکھنا نصیب ہوئے۔

اوّل۔ سب سے پہلا نشانِ رحمت تو یہ تھا کہ ہم نے حضورؑ کی دُعا کو جو جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کی خیر و عافیت کے لئے تھی۔ اپنی ذات میں

پورا ہوتے دیکھ لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مبارک جلسہ کے لئے ہم تین حقیقی بھائی محمد یوسف حضرت حافظ ملک محمد صاحب اور یہ خاکسار پٹیالہ سے روانہ ہوئے تھے ہم نے تصرفِ الٰہی سے بجائے ۲۴ دسمبر کی شام کی گاڑی کے جس پر عام طور جلسے کے لئے سفر اختیار کیا جاتا تھا بارہ گھنٹے پہلے صبح کی گاڑی سے سفر اختیار کر لیا۔ تاکہ ہم اپنے امرتسر کے ایک واقف کے ہاں ایک رات بہ نیتِ تبلیغ گزار ہم نے رات امرتسر میں بسر کی جب اگلی صبح ۲۵ دسمبر کو بٹالہ قادیان کو جانے کے لئے اسٹیشن پر پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ آج رات دو ریلوں کی سخت ٹکر ڈا کے اسٹیشن کے قریب ہو گئی۔ جس سے اڑھائی تین سو جانیں ضائع ہو گئیں ان میں ایک گاڑی وہ بھی تھی جس پر ہمارے سفر کرنے کا امکان تھا۔ اگر ہم پٹیالہ سے شام کی گاڑی سے سفر اختیار کرتے جہاں اس خبر سے بہت افسوس ہوا۔ اور دل پر دہشت طاری ہو گئی۔ وہاں دل میں شکر ایزدی بھی پیدا ہوا کہ تین غریبوں کی جانیں بچ گئیں۔

ہمیں جلسہ کے پہلے روز ۲۶ دسمبر کو حضور کی صبح کی سیر میں معیت نصیب ہوئی اس روز حضور نے قصبہ کے جانب شمال سیر کی تھی۔ حضور کے گرد ایک بڑی بھیڑ تھی۔ اور حضور نے بالارادہ ہندوؤں والے بازار سے گزرنا اختیار کیا تھا۔ تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آج سے ۲۵ سال پہلے کی پیشگوئی کہ لوگ دور دراز سے کثرت سے آئیں گے اور تحفے تحائف لائیں گے۔ نمایاں طور پر آج پوری ہو گئی ہے۔ حضور تیز تیز چلے جا رہے تھے۔ اور عشاق اس کشمکش میں مبتلا تھے۔ کہ حضور کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو کر چلا جائے نوبت بایں جا رسید کہ عشاق میں سے کسی ایک کے یا دو کے پاؤں کے بے احتیاطی سے پڑ جانے کی وجہ سے حضور کی جوتی جو دیسی ساخت کی تھی دو بار پاؤں

سے اُتر گئی۔

میں نے دیکھا کہ نہ تو حضور کے چہرے پر خفگی کے آثار تھے اور نہ حضورؑ نے زبان سے کوئی لفظ شکوہ نکالا۔ بلکہ حضورؑ نے پیچھے کی طرف بھی نہ جھانکا کہ کوئی شرمندہ نہ ہو جائے۔ اسی موقعہ پر حضرت مفتی صاحبؓ پکار اٹھے تھے لوگ بھی کیا کریں۔ اس قدر مدت کے بعد تو خدا کا نبی آیا ہے۔

الغرض منتظمین نے حضور کو ایک درخت کے نیچے جو "لسوڑے" کا درخت تھا ٹھہرا کر اور حلقہ حفاظت بنا کر عشاق کا مصافحہ کروا دیا۔ اس مصافحہ کے موقعہ کا ایک واقعہ تاحال میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ یہ کہ ایک بوڑھا زمیندار جب اپنی باری پر حضور کے سامنے پہنچا تو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھوں کو مصافحہ کے لئے بڑھاتا ان سے اپنے تہہ بند کے ایک سرے کی گانٹھ کھولنے لگ گیا۔ اور اس میں بہت دیر لگا دی اس قدر کہ منتظر احباب کا صبر کا پیالہ چھلکنے لگ گیا۔ مگر حضور ہیں کہ اطمینان سے کھڑے ہوتے ہیں جیسے چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ آخر ہمارا بوڑھا گانٹھ کھول کر روپیہ نکال کر نذرانہ پیش کر کے مصافحہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہزاروں رحمتیں ہوں اس بزرگ پر کہ جس کے طفیل عشاق کے عشق اور پھر صبر اور حضور کے خلقِ عظیم کا نمونہ دیکھنا نصیب ہوا۔ آمین۔

مصافحہ کے بعد حضور جانب شمال آدھ میل تک سیر کے لئے تشریف لے گئے جہاں پر احباب نے صاف کھلی جگہ پر دھوپ میں کمبل اور کھیس بچھا کر ایک فرش بنا دیا۔ جس پر حضور تشریف فرما ہوئے۔ غالباً یہ وہی خوش بخت جگہ تھی۔ جہاں پر چند ہی سال بعد ہائی سکول کی عظیم الشان عمارت بن گئی۔ اس موقعہ پر حضورؑ کی مدح میں حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی

کی فارسی کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھنا یاد ہے۔

دُوسرا نشانِ رحمت

دوسرا نشانِ رحمت یہ دیکھا کہ جلسہ کے دوسرے دن ۲۷ر دسمبر کو جملہ احباب نمازِ جمعہ کے لئے مسجد اقصٰے میں جمع تھے اور میں بھی پچھلی صف میں زینہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضورؑ کو قریب سے دیکھ لوں۔ لیکن اس کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ مگر تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مسجد میں داخل ہوتے ہی عین میرے قریب اگلی صف میں بیٹھ گئے۔ میرا دل شکرِ ایزدی سے بھر گیا کہ اس قدر جلدی میری دلی خواہش پوری فرمادی۔

حضور کا اس جگہ پر آن بیٹھنا بظاہر آگے محراب تک راستہ کے نہ ہونے کے باعث تھا کہ احباب سنتیں پڑھ رہے تھے لیکن میرا ایمان ہے کہ خدا تعالےٰ میری خاطر حضور کو اس جگہ لے آیا تھا۔ اور وہی تھا کہ جس کی بھوک نے اگلے روز عرش کو ہلانا تھا۔ بعد نماز جمعہ و عصر حضورؑ نے تقریر فرمائی جس کا ابتدائی حصّہ یہ تھا۔

دیکھو اوّل اللہ جلّ شانہٗ کا شکر ہے کہ آپ صاحبوں کے دلوں کو اس نے ہدایت دی اور باوجود اس بات کے کہ ہزاروں مولوی ہندوستان اور پنجاب کے تکذیب میں لگے رہے آپ کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کا موقعہ دیا۔ یہ بھی اللہ جلّ شانہٗ کا بڑا معجزہ ہے۔ کہ باوجود اس قدر تکذیب اور تکفیر کے اور ہمارے مخالفوں کی دن رات کی سر توڑ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت ہماری جماعت چار لاکھ سے بھی زیادہ ہوگی اور یہ بڑا معجزہ ہے کہ ہمارے مخالف دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ اور جانکاہی

سے طرح طرح کے منصوبے سوچ رہے ہیں اور سلسلہ کو بند کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں۔ مگر خدا ہماری جماعت کو بڑھاتا جاتا ہے۔

جانتے ہو اس میں کیا حکمت ہے۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ جس کو مبعوث کرتا ہے اور جو واقعی طور پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے روز بروز ترقی کرتا اور بڑھتا جاتا ہے اور اس کا سلسلہ دن بدن رونق پکڑتا جاتا ہے اور اس کو روکنے والا دن بدن تباہ اور ذلیل ہوتا جاتا ہے اور اس کے مخالف اور مکذّب آخرکار بڑی حسرت سے مرتے ہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ہماری مخالفت کرنے والے اور ہمارے سلسلہ کو روکنے والے بیسیوں مر چکے ہیں۔

خدا کے ارادہ کو جو درحقیقت اس کی طرف سے ہے کوئی بھی روک نہیں سکتا اور خواہ کوئی کتنی ہی کوششیں کرلے اور ہزاروں منصوبے سوچے۔ مگر جس سلسلہ کو خدا شروع کرتا ہے اور جس کو وہ بڑھانا چاہتا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ اگر ان کی کوششوں سے یہ سلسلہ رک جائے تو ماننا پڑے گا کہ روکنے والا خدا پر غالب آگیا۔ حالانکہ خدا پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

پھر ایک یہ معجزہ ہے کہ ان لوگوں کی بابت جو ہزاروں لاکھوں ہمارے پاس آتے رہتے ہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ نے براھین احمدیہ میں پہلے ہی سے خبر دے رکھی تھی۔ اور یہ وہ کتاب ہے جو عرب، فارس، انگلستان اور دیگر ممالک میں پچیس برس کا عرصہ گذرا اشاعت ہو چکی ہے اس میں بہت سے اسی زمانہ کے الہام بھی درج ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس سے کوئی یہودی عیسائی مسلمان۔ برہمو آریہ انکار نہیں کر سکتا۔ اور اس کتاب کا ہمارا اشدّ العداوۃ یعنی مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) نے کسی زمانہ میں ریویو بھی لکھا تھا اور اسی کتاب براہین احمدیہ میں آنے والی مخلوق کی صاف طور پر پیشگوئی درج ہے،

اور یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔ بلکہ عظیم الشان پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے:۔
یاتیک من کلّ فجٍّ عمیق۔ یاتون من کلّ فجّ
عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہٖ یرفع اللہ
ذکرک ویتمّ نعمتہٗ علیک فی الدنیا والاٰخرۃ
صـ۲۴۱۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھیٰ امر
الزمان الینا الیس ھذا بالحق۔ صـ۲۴۲۔ ما
کان اللہ لیترک حتی یمیز الخبیث من
الطیّب۔ صـ۴۹۔ نحان ان تعان و تعرف
بین الناس۔ صـ۴۸۹۔ انّی ناصرک۔ انّی
حافظک۔ انّی جاعلک للنّاس اماما۔ صـ۵۰۷

یہ اس کی عبارت ہے اور اس کا مطلب ہے کہ اگرچہ اس وقت تو اکیلا ہے۔ مگر وہ زمانہ تجھ پر آنے والا ہے کہ تو تن تنہا نہیں رہے گا۔ فوج در فوج لوگ دور دراز ملکوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ الخ

میں ایک دو باتیں اپنے بزرگ مربی حضرت شیخ محمد کرم الٰہی صاحب پٹیالوی کی بیان کر دینا تحفہ عظیمہ جانتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۱ء بار دوم لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ صاحبؓ کے انبالہ کے ایک بزرگ دوست انہیں لدھیانہ ساتھ لے گئے۔ اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ نوجوان بہت سمجھدار ہے اور حضور کا معتقد بھی ہے لیکن بیعت کرنے سے رکتا ہے۔ جس پر حضور نے فرمایا:۔

"کیوں میاں بیعت کیوں نہیں کرتے۔"

تو شیخ صاحب نے عرض کیا۔ کہ اوّل تو "میں اس لئے بیعت نہیں کرتا کہ میں نے ایک دوسری جگہ بیعت کی ہوئی ہے۔ دوم اس لئے رکتا ہوں کہ شاید حضورؑ کے ارشادات کی تکمیل نہ کر سکوں۔" جس پر حضور نے فرمایا۔ دوسری جگہ بیعت کی ہے تو کچھ حرج نہیں۔ میری بیعت بھی کر لو۔ دیکھو جب ایک طالب علم سکول میں جاتا ہے۔ تو کبھی ایک استاد سے پڑھتا ہے۔ کبھی دوسرے سے اور کبھی تیسرے سے اور یہ بات کہ ہماری تعلیم پر شاید عمل نہ ہو سکے گا۔ تو جب بیعت کر کے عمل کرنے کی نیت کر لوگے۔ تو خدا تعالیٰ توفیق دے دے گا۔ ہمارا کام تو بدیوں سے بچنے کی تلقین کرنا اور نیکو کاری کی ہدایت دینا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ بیعت کر لو اور جو چاہو کرو۔ اس پر شیخ صاحب بیعت کے لئے تیار ہو گئے۔ ہمیں بتلایا کہ حضور مجھے اکیلے کو حجرے میں لے گئے۔ اور دروازہ بند کر کے کنڈی خود لگا دی۔ اور مجھ سے بیعت لے لی۔

دوسری بات ہم سے یہ بیان کی۔ کہ "ایک بار ابتدائی زمانہ میں میں قادیان حاضر خدمت ہوا تھا۔ اس وقت حضور کو میری نسبت جب یہ معلوم ہوا کہ میں سر سید احمد خاں مرحوم کے لٹریچر کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ تو حضور نے مجھ سے سوال کیا۔ "کیوں میاں سر سید احمد کے لٹریچر میں اور ہمارے لٹریچر میں کیا فرق ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ سر سید احمد کے لٹریچر کی مثال تو خشک روٹی کے لقمہ کی ہے۔ جو گلے سے بمشکل اترتا ہے اور حضور کا لٹریچر تو نہایت لذیذ کھانے کی طرح ہے جو گلے سے بآسانی اترتا ہے یہ جواب سُنکر حضور بہت خوش ہوئے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمدؐ کما صلّیت علیٰ ابراھیم

وعلیٰ آلِ ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ۔ (تقریر ختم) منقول از الفضل ۲۲ ۱/۶۵)

اگست ۱۹۰۵ء کے اس مبارک سفر کے دوران جو تضرع دعا کے نتیجے میں خدا کے فضل سے میسّر آیا تھا ایک اور مبارک ہستی کی محبت کا بیج بھی بویا گیا جس کی داستان یہ ہے۔

ایک روز ہم مہمانانِ پٹیالہ عصر کے بعد مہمانخانے میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے ایک طالب علم کو دوسرے طالب علم کو یہ کہتے سُنا کہ چلو۔ میاں صاحب کشتی چلانے کیلئے آ گئے ہیں یہ سنکر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی میاں صاحب اور انکے کشتی چلانے کو دیکھوں کیونکہ اس سے پہلے میں نے میاں صاحب کو نہ دیکھا تھا چنانچہ میں اس جگہ جا پہنچا۔ جہاں حضرت میاں محمود احمد سلمہٗ اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کی کشتی بھی قریب ہی ڈھاب میں پڑی ہوئی تھی لیکن میاں صاحب کو دور سے ہی ایک نظر دیکھ واپس چلا آیا۔ میں شرم و حیا کی وجہ سے اور میاں صاحب کے ادب کی وجہ سے قریب ہو کر السلام علیکم بھی نہ کر سکا۔ مصافحہ کرنا تو دور کی بات تھی۔

اگر غور کیا جائے کہ یہ کونسی بڑی کردار تھی کیا بڑی نیکی تھی مگر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ عنداللہ بڑی چیز تھی ایک تو اس وجہ سے کہ جن میاں صاحب کے دیدار کے شوق میں چند قدم اٹھائے تھے وہ ایک خاص مقبول الٰہی ہستی تھی جس نے سفرِ ہستی پر خدمت اسلام کی بے نظیر کردار دکھلائی تھی جس کی شان تھی:۔

"اے فخرِ رسل قرب تو معلوم شُد ۔۔۔ دیر آمدہٗ ز راہِ دور آمدہٗ"

دوسرے اس وجہ سے کہ میری شرم و حیاء کی اللہ تعالیٰ نے قدر کی پس عنایاتِ خداوندی نے محبت کے چھوٹے سے بیج کو اور کردار کی تھوڑی سی آبپاشی کو ایک بڑے عظیم الشان پھلدار درخت کا ذریعہ بنا دیا۔ خدائے علیم و بصیر جانتا تھا کہ اس عاجز نے اک دن دمشق کے سفید مینار کے قریب نزولِ عیسیٰ کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں شریک ہونا تھا اسلئے اس ایسے شخص کو چنا جس نے اول تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی حصول کیلئے آنسو بہائے

جب زیارت ہو گئی تو اس نے حضور علیہ السلام کے اس فرزند کی زیارت کا شوق ظاہر کیا۔ جسے الہام میں حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ بتلایا گیا تھا۔

اس تخمِ محبت کا پہلا پھل یہ ملا کہ ۱۹۱۸ء میں انہی میاں صاحب نے جنہیں میں ۱۹۰۵ء میں قریب بیٹھکر سلام بھی نہ کر سکا تھا مجھے اپنے علاج معالجے کی غرض سے تار کے ذریعہ فوری طور پر اپنے پاس قادیان بلا لیا اور سوا تین مہینے اپنے پاس اسی کمرے میں سلایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہا کرتے تھے اس وقت مجھے اپنے ربِّ اعلیٰ کی بصیرت۔ مسکین نوازی اور قادریت پر یقینِ کامل حاصل ہوا۔ مجھے اس وقت حضرت میاں محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات والاصفات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آ رہے تھے کہ اس وقت آپ خلیفۃ المسیح موعود تھے اور آپ کے چھوڑے ہوئے ناتمام کاموں کو بوجہ احسن انجام دے رہے تھے اور ظاہرا طور پر اسی کمرے میں رہ رہے تھے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہا کرتے تھے اور مجھے میرے رب اعلیٰ نے بتلا دیا کہ ایک دن تو تو ہمارے محمود کے قریب بھی نہ جا سکا تھا۔ حالانکہ اس وقت ان کو کوئی منصب بھی حاصل نہ تھا لیکن آج تم الٰہی میاں صاحب کی معیت میں اس کمرے میں دن رات رہتے ہو جس میں ہمارا برگزیدہ نبی اور رسول رہا کرتا تھا اور یہ انعام بھی تمہیں حاصل ہے کہ تمہارے سوا دوسرا اور کوئی بھی خدا کے مقدس خلیفہ کے پاس نہیں سوتا۔ اور تم کھانا بھی اس برگزیدہ شخص کے ساتھ بیٹھکر کھاتے ہو اور کئی نمازیں بھی اس کی اقتدا میں پڑھتے ہو اور کبھی وہ تمہاری اقتدا میں پڑھتے ہیں اور کئی بار تمہیں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اپنے ہاتھوں تیار کردہ کھانا ملتا ہے۔ یہاں تک تو حضرت میاں صاحب کی زیارت کی خواہش کے پورا ہونے کا ذکر ہوا۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں علاوہ زیارت کرنے کے کشتی چلاتے دیکھنے کی خواہش بھی تھی۔ اب دیکھیں کہ میرے اس شوق کو میرا ربِّ اعلیٰ کس طرح پورا فرماتا ہے اسی سال یعنی ۱۹۱۹ء کے دوران جو میرے مستقل طور پر حاضر خدمت ہو جانے کا پہلا سال تھا۔ حضرت نواب

محمد علی خانصاحبؓ نے ربڑ کی ایک فولڈنگ کشتی جرمنی سے منگوا کر حضرت امیر المومنین
کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دی تھی۔

جب موسم برسات میں ڈھاب پانی سے خوب بھر گئی اور کشتی رانی کی دعوت دینے
تو ایک روز حضرت صاحب مجھے ساتھ لے کر ڈھاب پر گئے اور کشتی منگوا کر اپنے سامنے
فِٹ کروائی اور پانی میں ڈالوا دی۔ یہ چھوٹی سی خوبصورت کشتی صرف دو سواریوں کو
اٹھانے کے لائق تھی۔ چنانچہ حضور پہلے خود سوار ہو گئے۔ دوسرا ساتھی حضور نے اس
عاجز کو چنا۔ حضور کا کوئی ایک خدّام وعزیزوں کی موجودگی میں مجھے چننا اس بات کا
یقینی ثبوت ہے کہ یہ تمام کاروبار میرے پرانے شوق کے پورا کرنے کے لئے تھا کہ میں
صاحب کو کشتی چلاتے دیکھوں"۔

قدرتِ خداوندی کا نظارہ دیکھیں کہ اس نے اس عاجز کے چودہ سال پہلے
کے شوق کو کس طرح پورا فرمایا۔ اوّل اس نے اپنے فضل سے مجھے ڈاکٹر بنایا پھر
کے قدموں میں لے آیا۔ پھر حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کے دل میں ڈال کر جرمنی
سے کشتی منگوائی اور حضور کو بطور تحفہ پیش کروائی۔ پھر ڈھاب کو پانی سے بھر
حضرت صاحب کے دل میں سیر کرنے کا شوق پیدا کیا۔ اور پھر حضور کے دل میں
ڈالا کہ کشتی میں مجھے بھی ساتھ بٹھائیں۔ اب حضور چپّو چلانے لگے۔ اور کشتی ڈھاب
میں تیز تیز پھرنے لگی۔ اس وقت میری آنکھیں تو حضور کو چپّو چلاتے اور ڈھاب
کے پانی کو دیکھ رہی تھیں۔ مگر میرا دل اپنے رَبِّ اَعْلیٰ کے شکر سے بھرا ہوا
اس کی غریب نوازی اور قدرت نمائی کی سیر کر رہا تھا۔ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ
وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کہہ رہا تھا۔

تَمَّت

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)